دورِ جدید اور اسلامی تہذیب

تحریر: محمد صادق کھوکھر، لیسٹر

اسد مفتی صاحب نے 27 جنوری سنڈے جنگ میگزین میں اپنے مضمون بعنوان ''مغرب کو اپنا مسیحا نہ مانے تو پھر کس کو مانے؟'' میں اسلامی تہذیب و تمدن کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھا ہے۔

''سوال اٹھتا ہے کہ ہمارے عہدِ عروج میں کیا تھا؟ جواب ہے غلام تھے لونڈیاں تھیں، ہاتھ کاٹنے کی سزا تھی، سنگسار تھا، مالِ غنیمت تھا، متعہ تھا، سازشوں کا انبار تھا، قبائلی روایات تھیں''۔

آگے لکھتے ہیں، اندلس میں غرناطہ اور قرطبہ میں کھنڈرات اور الحمرا کی باقیات کے سوا اسلامی تہذیب کے پاس کچھ نہیں ہے، موصوف روانی میں یہاں تک لکھ دیتے ہیں کہ ''خلفائے راشدین کے عہد میں سوائے قرآن حکیم کے اور کوئی علم مدون تھا نہ رائج ہوا تھا حتیٰ کہ احادیث کی تدوین بھی نہیں کی گئی تھی''۔

بدقسمتی سے آج کل ہمارے اکثر کالم نویس اسی طرح کی باتیں لکھتے ہیں۔ جن کا علم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ مغرب سے حد درجہ مرعوب ہوتے ہیں۔ انہیں غلام اور لونڈیاں یاد آتی ہیں یہ بھول جاتے ہیں کہ اسلام نے کس طرح غلامی کو ختم کیا، کتنے غلام صحابہ نے خرید کر آزاد کئے اس کے مقابلے میں مغربی اقوام آزاد لوگوں کو افریقہ سے زبردستی پکڑ کر بحری جہازوں کے ذریعے امریکہ پہنچاتی تھیں جہاں ان سے جبری مشقت لی جاتی تھی، مسلمانوں نے تو غلاموں کو حکمران بنایا، قطب الدین ایبک اور خاندان غلاماں اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔

انہیں متعہ نظر آتا ہے جسے اسلام نے ختم کیا لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ متعہ کی بھی کچھ حدود اور قیود ہوتی تھیں۔ لیکن آج مغرب میں بغیر نکاح کے آزاد زندگی گزاری جاتی ہے۔ ابھی حال ہی میں ہم جنس پرستی کو شادی کا درجہ قرار دے دیا گیا ہے ہر روز ہزاروں بچے استقاط حمل کا شکار ہوتے ہیں، جنہیں ان کے والدین اپنی مرضی سے پیدا ہونے سے قبل ختم کر دیتے ہیں ان دانشوروں کو پتھروں کے مقابلے میں ایٹم بم اور کلسٹر بم زیادہ معصوم لگتے ہیں کون نہیں جانتا کہ بیسویں صدی میں صرف دو عالمگیر جنگوں میں جتنے انسان قتل ہوئے پوری انسانی تاریخ میں اتنے نہیں ہوئے۔

اسلام نے تو دنیا کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد توحید، رسالت اور آخرت کے عقیدہ پر ہے یہ اپنے مقاصد کے لحاظ سے آفاقی ہے، یہ انسان کو فکری آزادی مہیا کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے دیگر اقوام کی طرح چاند ستاروں کی پرستش نہیں کی بلکہ ان کو مسخر کرنے کے لئے بڑی بڑی رصد گاہیں قائم کیں۔ مسلمانوں نے طب، ریاضی، فلکیات، جغرافیہ، فزکس کیمسٹری اور دوسرے علوم میں نمایاں خدمات سرانجام دیں، یورپ میں علمی بیداری مسلمانوں کی بدولت پیدا ہوئی۔ مغربی اقوام نے مسلمانوں سے مختلف علوم سیکھے ان کی کتب کے تراجم کئے اور پھر ان علوم کو آگے بڑھایا مثلاً ابن سینا کی تصنیف ''القانون'' کا ترجمہ بارہویں صدی میں یورپ میں ہو گیا تھا، کچھ عرصہ بعد ''رازی'' کی کتاب ''الحاوی'' کا ترجمہ ہوا، پھر یکے بعد دیگرے دوسری کتب کے تراجم یورپی زبانوں میں ہونے لگے اس حقیقت کا

مغربی مصنفین بھی اعتراف کرتے ہیں کہ قرونِ وسطیٰ میں کم از کم چھ سو سال تک مسلمان یورپ کے استاد رہے، مشہور مستشرق سیدیو لکھتے ہیں کہ شمالی قبائل نے جس یورپ کو غارت اور پامال کر دیا تھا ان کے وحشی پن کو عربوں نے ہی ختم کیا تھا۔ مسلمانوں نے طبی (میڈیکل) کالج قائم کئے جہاں طلبہ کو تعلیم کے ساتھ عملی مشق بھی کرائی جاتی تھی، دنیا کا پہلا طبی کالج عباسی دور میں بغداد میں قائم ہوا، اسی دور میں مختلف ہسپتال قائم ہوئے، مثلاً قاہرہ میں ایک ایسا ہسپتال قائم ہوا جہاں 800 مریض رہ سکتے تھے، اس ہسپتال میں عورتوں اور مردوں کے الگ الگ وارڈ ہوتے تھے، اسی زمانے میں تمام بڑے شہروں میں کتب خانے قائم ہیے جہاں مطالعہ کے علاوہ علمی مجالس بھی ہوتی تھیں، کاغذ سازی گھریلو صنعت بن چکی تھی، ظاہر ہے یہ کاغذ لکھنے پڑھنے کے ہی کام آتا تھا، اسی شوقِ تعلیم کا نتیجہ تھا کہ دسویں صدی عیسوی میں قرطبہ کے ایک کتب خانے میں 4 لاکھ کتب جمع ہو گئی تھیں۔

دنیا کا پہلا نقشہ بھی مسلمانوں نے ہی بنایا تھا یہ نقشہ بارہویں صدی میں ادریسی نے بنایا وہ دنیا کا مایہ ناز جغرافیہ دان تھا جس کی کتب تین سو سال تک یورپ کے تعلیمی نصاب کا حصہ ہوتی تھیں زمین کے گول ہونے کا تصور دسویں صدی میں ابو عبیدہ مسلم البلسی نے پیش کیا، مسلمانوں نے سپین میں آب پاشی کا ایسا نظام قائم کیا کہ لاکھوں ایکڑ زمین آباد ہو گی۔

مسلمانوں نے بڑے بڑے سائنس دان پیدا ہوئے مثلاً جابر بن حیان کو آج بھی کیمیا کا باپ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح الکندی اور ابن الہیثم نے فزکس میں بڑا نام پیدا کیا۔ طب میں ابن سینا، ابوبکر محمد بن زکریا الرازی، طبیب علی بن عباس، ابوالقاسم الزہراوی اور سنان بن ثابت حرانی وغیرہ کو آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے تاریخ نگاری کی ابتدا سیر و مغازی سے کی تاکہ جنگوں کے حالات اور واقعات قلم بند ہوں۔ ساتھ ساتھ حدیث، تاریخ اور سیرت نگاری کی طرف توجہ کی سیرت ابن اسحاق کے تراجم آج بھی آپ پڑھ سکتے ہیں۔ سوشل سائنس میں ''مقدمہ ابن خلدون'' کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ جس میں ابن خلدون نے فلسفہ تاریخ کا اصول و مبادی پر بحث کی ہے۔ قوتوں کے کردار پر جغرافیائی اور سماجی اثرات، نیز قوموں کے عروج و زوال کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ فلپ نے ہتی (Philip K Hittu) نے انہیں سماجی علوم کا اصلی بانی قرار دیا ہے۔ ''انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا'' نے بھی لکھا کہ ''ابن خلدون کی کتاب اپنی نوعیت کی عظیم ترین تصنیف ہے جو کبھی کسی انسانی دماغ نے تخلیق کی ہے''۔ اسی طرح نباتیات، معدنیات، فلکیات، فلسفہ اور دوسرے علوم میں مسلمانوں نے بڑا کام کیا۔

برطانیہ کا شہزادہ پرنس چارلس مارکفیلڈ انسٹیٹیوٹ آف ہائر ایجوکیشن Markfied Institute of Higher Education کے افتتاح کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں اسلام اور مسلمانوں کا بڑا کردار ہے۔ اگر مسلمان یورپ کو صفر کا ہندسہ متعارف نہ کراتے تو یورپ آج بھی ترقی میں بہت پیچھے ہوتا، طلبہ کی کتنی نسلیں محمد الخوارزمی کی شکرگزار ہیں''۔

اسد مفتی صاحب نے اپنے مضمون میں اعداد و شمار بھی غلط پیش کیے ہیں مثلاً ان کے مطابق بھارت میں 8500 یونیورسٹیاں ہیں، حالانکہ صرف 568 یونیورسٹیاں ہیں۔ جن میں معیاری یونیورسٹیاں صرف 129 ہیں۔ اسی طرح وہ لکھتے ہیں کہ مسلم ممالک کے صرف تین افراد نے نوبل پرائز حاصل کیا۔ حالانکہ ان کی تعداد دس ہے۔ جن میں چار مصری ہیں۔ باقی کا تعلق ایران، یمن، پاکستان، بنگلہ دیش اور ترکی وغیرہ سے ہے۔ جب علم و تحقیق کا یہ معیار ہو تو مسلمانوں کے حالات کیسے بدل سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام تعلیم اور ترقی کا دشمن نہیں ہے بلکہ وہ سیکولر طبقہ تعلیم و ترقی کا دشمن ہے جو مسلمانوں پر مسلط ہے اور تمام وسائل کو ہڑپ کر رہا ہے اور تعلیم کے لئے اتنا بھی نہیں چھوڑتا جتنا کہ ایک گورنر ہاؤس یا ایوان صدر پر خرچ ہوتا ہے، اسلام تو آج بھی مسلمانوں کو بام عروج تک پہنچا سکتا ہے، لیکن اگر لوگ مغرب کو ہی مسیحا بنا کر ٹھوکریں کھائیں تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے، علامہ اقبالؒ نے اسی لئے ہی تو فریاد کرتے ہوئے کہا تھا کہ۔

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت

وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو